# درس القرآن کی اہمیت

## نوجوانوں کے اندر قرآن کریم سے دلچسپی اور لگاؤ پیدا کرنے کے لیے روزانہ ایک رکوع کا درس ہونا چاہیئے۔

(فرمودہ 27فروری 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

"میرا ارادہ ہے کہ کل سے عصر کی نماز کے بعد قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دوں۔ایک عرصہ سے درسِ قرآن کریم بند تھا اور اسکی وجہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایک حد تک میری بیماریاں بھی ہیں۔لیکن بڑی وجہ یہ تھی کہ جس طرز پر میں درس دیتا تھا وہ لمبا ہو جاتا تھا۔چنانچہ جتنا درس میں نے اب تک دیا ہے وہ کوئی ڈیڑھ قرآن کے برابر ہے حالانکہ چاہیئے تھا کہ اب تک درس میں قرآن کریم کئی دفعہ ختم ہو چکا ہوتا۔چونکہ قرآن کریم کے ایک حصہ کی تفسیر شائع ہو چکی ہے اور اس میں علمی اور باریک حصہ آ گیا ہے اس لیے درس کی طرف سے توجہ ہٹی رہی۔لیکن اس کے علاوہ ایک حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو زیادہ علمی اور باریک نہیں ہوتا اس سے مقصد یہاں آنے والے مہمانوں اور جماعت کے نوجوانوں کے اندر قرآن کریم سے دلچسپی اور لگاؤ پیدا کرنا ہوتا ہے۔اس کے لئے معانی میں زیادہ گہرا جانے کی

ضرورت نہیں ہوتی اور نہ یہ ضرورت ہوتی ہے کہ تفسیر کو اس قدر لمبا کر دیا جائے کہ لوگوں کے ذہنوں پر بوجھ سا محسوس ہونے لگے۔ پس میں نے تجویز کی ہے کہ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا دستور تھا کہ آپ اختصار کے ساتھ قرآن کریم کے ایک حصہ کا روزانہ درس دیا کرتے تھے اسی طرح روزانہ اختصار کے ساتھ ایک رکوع کا درس ہو جایا کرے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ اگر کوئی مضمون ایسا آجائے جس پر زیادہ وقت لگ جائے اور رکوع ختم نہ ہو سکے تو اَور بات ہے ورنہ زیادہ تر یہی ہوگا کہ آیات کا ترجمہ کر دیا جائے اور کوئی ایک آدھ بات بیان کر دی جائے تا کہ جماعت کے اندر قرآن کریم سے دلچسپی اور لگاؤ پیدا ہو جائے۔ اِس سال اگر مجھے درس کے لیے سال کا نصف حصہ بھی مل جائے (کیونکہ درمیان میں جمعہ کی چھٹیاں بھی آجاتی ہیں اور پھر بیماریاں اور سفر بھی آجاتے ہیں) تو چار سال میں قرآن کریم کا ایک دَور ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن درس کا جو پہلا طریق تھا اُس سے تو دس گیارہ سال میں جا کر کہیں قرآن کریم کا ایک دَور ختم ہوتا تھا۔ اگر زیادہ توفیق مل جائے اور خدا تعالیٰ صحت دے دے تو سال میں بھی قرآن کریم کا ایک دَور ختم ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں نے مشورہ کے بعد تجویز کیا ہے کہ عصر کی نماز کے معاً بعد درسِ قرآن کریم شروع کر دیا جائے اور سوا چار بجے ختم کر دیا جائے تا کہ سکولوں کے طالب علم کھیلوں میں چلے جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا عام درس ایسا ہی ہوتا تھا کہ اگر کوئی خاص کام آ گیا تو شام کے قریب درس ختم ہو جاتا تھا ورنہ آپ جلدی درس ختم کر دیتے تھے اور طلباء کھیلوں میں حصہ لینے کے لیے چلے جاتے تھے۔

درس اِسی مسجد میں ہوا کرے گا۔ اِس مسجد کا نام ہم نے مسجد مبارک رکھا ہے۔ لیکن کام یہ مسجد اقصیٰ کا دے رہی ہے۔ کیونکہ اس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ مجھ پر یہ اثر تھا کہ یہ مسجد، مسجد اقصیٰ سے بڑی ہے۔ چنانچہ قادیان سے اندازے منگوائے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد، مسجد اقصیٰ سے دُگنی ہے۔ اِسی وجہ سے اس میں جمعہ ہو جاتا ہے گو اب چونکہ ربوہ کی آبادی بڑھ رہی ہے اور ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ بعض دنوں میں جب باہر سے زیادہ مہمان آجاتے ہیں تو جگہ کم محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے شاید یہ مسجد بھی جمعہ کے لیے کافی نہ ہو اور جمعہ کے لیے ہمیں کوئی اَور مسجد بنانی پڑے۔ لیکن روزانہ جماعت کے لحاظ سے یہ مسجد بڑی بن گئی ہے۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ یہ مسجد چھوٹی

ہوتی تا کہ نمازیوں سے بھری ہوئی نظر آتی۔ موجودہ صورت میں یہ مسجد نماز جمعہ کے لیے تو اچھی ہے لیکن عام نمازوں کے لحاظ سے زیادہ بڑی نظر آتی ہے۔"

(الفضل 6 ستمبر 1961ء)